Marking Scheme

Urdu (Elective) (اردو (الیکٹو

Class-XII (بارہویں جماعت)

کل نمبر: 100 — وقت: 3 گھنٹے

Maximum Marks: 100 — **Time allowed : 3 Hours**

جواب 1: $2 + 2 + 2 + 2 + 2 = 10$

(i) یہ عبارت ادب کی صنف ''انشائیہ'' سے لی گئی ہے اور اس کے مصنف خواجہ حسن نظامی ہیں۔

(ii) خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کا غرور توڑا۔

(iii) شاہ صاحب نے مچھر کی تعریف جس انداز میں کی ہے وہ بہت متاثر کن ہے ہمیں بھی ایسی ہی زندگی گزارنی چاہیئے۔

(iv) رات پھر اللہ کی یاد مصروف رہتا ہے۔

(v) (a) جوہر دکھانا : ہندوستانی کرکٹ ٹیم کرکٹ کے میدان میں اپنے خوب جوہر دکھاتی ہے۔

(b) غرور توڑنا : اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک حقیر سی چیز اپنے سے طاقتور کا غرور توڑ دیتی ہے۔

یا

(i) اس عبارت کی صنف کا نام افسانہ ہے اور اس کی مصنفہ قرۃ العین حیدر ہیں۔

(ii) مرکزی کردار ایک مشہور رقاصہ ہے۔ ایک زمانے میں حسین خوبصورت تھی اب سب کچھ بدل چکا ہے۔ آواز بھی چکی ہے، چہرے پر درشتی اور چڑچڑاپن آ گیا ہے۔

(iii) افسانے میں زندگی کی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ زندگی فنا ہے، کائنات میں فنا کا عمل ہمیشہ ہی جاری ہے۔

(iv) مصنفہ ایک مشہور افسانہ نگار ہیں، تاریخ، تہذیب اور زبان پر گہری گرفت ہے۔ وقت، شعور کی رو اور تاریخی پس منظر کا سہارا لے کر اسے اپنے افسانوں کا محور بنایا ہے۔ زندگی پر ایک مبصر کی حیثیت سے تبصرہ کرتی ہیں، تبصرہ کرتے ہوئے درمیان میں معنویت سے بھرپور جملے بھی ایک نیا لطف پیدا کر دیتے ہیں۔

(v) مصنفہ کی اس جملے سے یہ مراد ہے کہ کائنات میں جو فنا کا عمل جاری ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا، میرا ساتھی بھی اسی فنا کے عمل کی گردش میں کھو گیا یعنی ختم ہو گیا۔

جواب 2: صرف ایک جواب 7

(i) احتشام حسین ایک مشہور ترین مصنف تھے اور اس تحریک کے روح رواں بھی۔ انھوں نے فسانۂ آزاد کے مشہور کردار ''خوجی'' کو اپنی تنقید کا موضوع بنایا ہے کیوں کہ انھیں خوجی کے کردار میں وہ خوبیاں نظر آتی ہیں جو ایک بار کسی نقاد کو مطلوب ہوتی ہیں۔

احتشام صاحب نے اپنے مخصوص تنقیدی انداز میں جو بڑا متاثر کن ہے خوجی کے کردار کی خوبیاں اور خامیاں اس کی شخصیت کی پستی اور بلندی، پسند ناپسند اور اس کے نام نہاد احساس برتری کے ایک ایک گوشے کو تنقید کے معیار اور میزان پر پرکھا ہے اور اسے کامیاب قرار دیا ہے۔

(ii) کنھیا لال کپور نے اس مزاحیہ مضمون میں جو طنز و مزاح سے بھرپور ہے ایک خیالی تمثیل مشاعرے کا منظر پیش کیا ہے۔ جس میں غالبؔ بھی موجود ہیں اور جدید دور کے نمائندہ شعرا بھی ہیں۔ جو اپنا جدید کلام سنا رہے ہیں۔ کنھیالال کپور نے ان شعرا کی مشہور نظموں کی اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں نقل اتاری ہے اسے انگریزی میں پیروڈی کہتے ہیں۔ مصنف نے اس میں اس جدّت پسندی کا مذاق اڑایا ہے جو توازن سے عاری ہے۔ تمثیلی انداز کے اعتبار سے یہ فیچر بہت کامیاب ہے۔

جواب 3: صرف دو کے جواب 4 + 4 = 8

(i) غالب کا سب سے بڑا کارنامہ ان کے اردو خطوط ہیں۔ انھوں نے اردو مکتوب نگاری کو ایک نیا راستہ دکھایا۔ بقول مولانا حالیؔ ''مرزا کی اردو خط و کتابت کا طریقہ فی الواقع سب سے نرالا ہے۔ نہ مرزا سے پہلے کسی نے خط و کتابات میں اختیار کیا اور نہ ان کے بعد کسی سے اس کی پوری پوری تقلید ہو سکی۔''

غالب نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔ ان کے اردو خطوط میں ان کی زمینی زندگی اور اس زمانے کے بہت دلچسپ مرقع نظر آتے ہیں، خاص طور پر 1857 کے آس پاس کا ماحول، غالب کے خطوط میں جس تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اس کے پیش نظر، یہ خطوط ایک تاریخی مواد کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

(ii) بلونت سنگھ کی افسانہ نگاری

بلونت سنگھ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنے افسانوں میں پنجاب کی دیہات کی زندگی کا بہت جیتا جاگتا نقشہ کھینچا ہے۔ اس بنا پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ بلونت سنگھ پنجاب کے دیہات اور سکھ کرداروں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس میں وسعت نظر نہیں ہے حالانکہ ان کے افسانوں کا کینوس کافی وسیع ہے۔ بلونت سنگھ پریم چند کی روایت کے علم بردار ہیں۔ وہ پنجاب کے دیہات کے گردوپیش سے واقف ہیں اس لئے وہاں کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بڑے موثر انداز میں پیش کر دیتے ہیں۔

جذبات نگاری نہ کردار کے احساسات، ذہنی اور جذباتی کش مکش کو وہ بڑے سلیقے سے پیش کرتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کے سہارے سے اپنے افسانے کا تانا بان بن لینا ان کے فن کمال کو ظاہر کرتا ہے۔

(iii) اختر الایمان کی آپ بیتی ''اس آباد خرابے میں'' کا مختصر جائزہ:

''اس آباد خرابے میں'' اختر الایمان کی آپ بیتی ہے جس کو انھوں نے اس حقیقت کے ساتھ لکھا ہے جو ان کی زندگی میں پیش آئی۔ ایسی یادوں کو اس قلمی انداز میں پیش کیا ہے کہ کہیں کہیں حقیقت افسانہ نظر آنے لگتی ہے۔ وہاں بالکل یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کوئی فلمی منظر دیکھ رہے ہوں۔ یادوں کی دھندلی دھندلی تصویریں ایک ایک کر کے ہمارے سامنے سے گزرتی چلی جاتی ہیں۔ اس آپ بیتی سے پہلے وہ اپنی زندگی کو اپنی ایک مشہور نظم ''ایک لڑکا'' میں بھی پیش کر چکے ہیں۔

انے گاؤں رکڑی کو چھوڑنا جس کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے گیارہ سال کی عمر میں اس کی بچپن کی یادوں کو اور اپنے گاؤں کے ان مناظر کی بہترین تصویر کشی کی ہے جو ان کے دل و دماغ پر ثبت ہو چکی ہیں۔

(iv) کرشن چندر کے رپورتاژ ''پودے'' کا مختصراً جائزہ:

''پودے'' نام کا یہ رپورتاژ کرشن چندر کا دوسرا رپورتاژ ہے۔ فنکارانہ انداز میں یہ رپورتاژ لکھا گیا ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف ہے کہ کرشن چندر کو اس پر پوری کمانڈ حاصل ہے، جنھیں تخلیقی انداز میں لکھنے کا سلیقہ بھی ہے اور ایک بات کو مختلف انداز میں کہنے کا بھی۔

اس رپورتاژ میں اپنے بہت سے ہم عصروں سے ان کی خصوصیات کے ساتھ روشناس کرایا ہے۔ کہنے کو تو یہ حیدرآباد اردو کانفرنس کا سفرنامہ ہے لیکن اس میں کرشن چندر کی شخصیت اور وہ تمام ادیب جو ان کے ساتھ بمبئی سے اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ افسانے کے کرداروں کی طرح جاندار اور بھرپور نظر آتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ راستے کے مناظر، ریل کے مسافروں کی نفسیات کانفرنس میں ملنے والوں اور شریک ہونے والوں کا مرقع، مہمانوں اور میزبانوں کا مشاہدہ غرض یہ کہ یہ رپورتاژ تمام واقعات کو ہو بہو ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ مصنف نے اپنی تخلیقی قوت سے ان تمام باتوں کو بہترین انداز میں مرتب کیا ہے۔

جواب 4: کسی ایک حصے کی تشریح — 2 + 2 + 2 + 2 + 2 = 10

(i) یہ شعر حالؔی کا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم تو رات بھر مدہوشی کے عالم میں تھے۔ بہت ہی پر کیف رات تھی۔ اس رات کی بیخودی کا مزہ نہیں بھولا جاتا۔ اب یہ حقیقت کھلی کے ہم آج ہوش میں آئے ہیں۔ اب تک بے ہوش تھے۔ اس شعر میں صنعت تضاد کا خوب استعمال کیا ہے۔ خودرفتگی اور آپ میں آنا یعنی مدہوشی اور ہوش مندی میں تضاد ہے۔ اس سے شعر کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔

(ii) شاعر آرزؔو لکھنوی میں فرماتے ہیں کہ دونوں طرف برابر کی چاہت ہے دونوں طرف برابر آگ لگی ہوئی ہے۔ اسی خیال کو پیش کیا گیا ہے کہ کیا شمع اور کیا پروانہ دونوں ہی محبت میں گرفتار ہیں، اُدھر شمع لو لگائے کھڑی ہے اور اِدھر پروانہ، اس پر نثار ہو رہا ہے۔ شمع اور لو میں رعایت لفظی ہے۔

(iii) معین احسن جذبی کا خوبصورت شعر ہے جس میں فرماتے ہیں کہ رات کا پہلا پہر صبح ہونے کو ہے۔ نسیم سحر کے چھوٹے سے کلیاں کھل رہی ہیں ایسے میں کوئی نامراد عاشق نالہ پائے نیم شبی میں مصروف شب ہجر کے غم میں مبتلا آہ و فغاں کر رہا ہے۔ اس لئے یہ قدرتی حسن بے معنی ہے۔

(iv) یہ شعر جاں نثار اخترؔ کی غزل کا ہے۔ شاعرانہ تعلّی کا اظہار ہے۔ شاعر کے نزدیک غزل اور غزل کا فن یہی ہے کہ غزل گو شاعر چند لفظوں میں ایک آگ سی چھپا کر رکھ دیتا ہے۔ گویا چند لفظوں میں ایک آگ پوشیدہ ہوتی ہے۔

(v) ناصر کاظمی کا شعر ہے، فرماتے ہیں خزاں کے بعد موسم بہار ضرور آتا ہے، شاعر کہہ رہا ہے کہ چمن میں جلے ہوئے آشیانے یہ پتہ دے رہے ہیں کہ خزاں آ کر چلی گئی ہے کہ اب موسم بہار کی آمد آمد ہے۔

یا

(i) علامہ اقبالؔ کی بہترین نظموں میں سے ایک نظم ہے ''روح ارضی آدمی کا استقبال کرتی ہے'' انسان کی عظمت اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ بند اس نظم سے ماخوذ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری چنگاری میں دنیا کو چمکانے والے سورج سے زیادہ تابنا کی ہے۔ تجھ میں ایسے ہنر موجود ہیں کہ تو اپنے لئے ایک نیا جہاں آباد کر سکتا ہے۔ تیری جنت خود تیرے خون جگر میں پوشیدہ ہے، تجھے بخشی ہوئی جنت پسند نہیں آئے گی اے خاک سے بنے انسان تو عمل پیہم کا نتیجہ دیکھ، خودی کا پیغام ہے۔

(ii) یہ بند ن م راشد کی نظم ''زندگی سے ڈرتے ہو'' سے لیا گیا ہے۔ آزاد نظم کی بہترین مثال ہے۔ اس نظم میں زندگی اور انسان کو پیش کیا ہے۔ اس کائنات میں انسان ہی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے اسے مستقبل کے اندیشوں سے گھبرانا نہیں ہے۔ انسان کی راہ میں پہلے بھی مشکلیں، راوٹیں آئی ہیں وہ ایسے دور سے گزرا ہے جہاں اسے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جہاں اسے نام ونمود سے پائی خدائی کا سہارا ملا ہے اس کے باوجود تم امیدیں باندھنے کو فضول بتاتے ہو تو کیوں۔

جواب5: کسی ایک پر نوٹ 7

(i) گورغریباں انگریزی زبان کے شاعر تھامس گرے کی 32 بندوں پر مشتمل مشہور نظم نوحہ (Elegy written in a country cunrch yard) کا منظوم ترجمہ نظم طباطبائی نے جس فنی اہتمام اور ہنرمندی سے کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ اس منظوم ترجمے کا عنوان انھوں نے ''گورغریباں'' رکھا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ترجمے میں اصل نظم کا سوز اور جدا انگیزی کی کیفیت برقرار ہے۔ اس ترجمے میں نظم کی ہیئت کا ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ نظم کا ہر بند انگریزی اسٹینزا (Stanza) کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور قافیہ بندی کا نیا طرز اختیار کیا ہے، یعنی پہلے مصرعے کا قافیہ تیسرے مصرعے سے اور دوسرے مصرعے کا چوتھے مصرعے سے تعلق ہے۔

(ii) نظم ''ارتقا'' کا خلاصہ اور مرکزی خیال:

جمیل مظہری نے اپنی نظم میں انسانی ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نظم میں اس خیال کو پیش کیا گیا ہے کہ دنیا میں انسان کے اختیار میں کیا کیا چیزیں ہیں اور کس طرح انسان نے خوب سے خوب تر کا سفر طے کیا اور کس طرح اپنی کامیابی کی نئی منزلیں طے کی ہیں۔ اس کی راہ میں کیا کیا دشواریاں آئیں، اسے کس طرح کے تلخ و

شیریں تجربات سے گزرنا پڑا ہے۔ ارتقا انسان کی راہ میں آنے والی دشواریوں کا اس نے کس طرح ہمت اور حوصلے سے مقابلہ کیا ہے۔ اسے اس سفر میں کبھی ناکامی ملی کبھی کامیابی لیکن اس کے جذبہ شوق میں کمی نہیں آئی ہے وہ برابر ستاروں سے آگے جہانوں کی تلاش میں سرگرداں رہا ہے۔ شاعر پیغام دیتا ہے کہ کامیابی کی منزلیں ہمارا انتظار کر رہی ہیں ہمیں ہمت اور حوصلے کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے اور اپنی عقل کے سہارے ایک کے بعد ایک کامیابی کی منزلیں طے کرنی چاہئیں۔

(iii) عمیق حنفی کی نظم ''ملکِ بےسحروشام'' کے پیغام پر اظہارِ خیال:

حقیقت یہ ہے کہ ہم آج مادی ترقی کے اعتبار سے انتہائی بلندیوں پر ہیں۔ نئے زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں نے ہمیں بہت سی ایسی چیزوں سے محروم کر دیا ہے جن سے ہم جسمانی اور روحانی خوشیاں اور فرحت حاصل کر لیتے تھے۔ شاعر نے فطرت سے بہت دور ہو جانے کے المیے کو مرکزی خیال بتایا ہے۔

جواب6: صرف دو کے مختصر جواب — 4 + 4 = 8

(i) **قافیہ :** ان حروف اور حرکات کا وہ مجموعہ ہے جو ہم آواز ہوتے ہیں مگر الفاظ بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ غیر مستقل طور پر اشعار کے دوسرے مصرعے کے آخر میں مگر ردیف سے پہلے آتے ہیں۔ جیسے ابنِ مریم ہوا کرے کوئی۔ میرے دکھ کی دوا کرے کوئی۔ اس شعر میں ہوا کرے، دوا کرے قافیہ ہے۔

(ii) **نظم اور غزل کا فرق :** نظم کے لغوی معنی ''لڑی میں موتی پرونا'' سب ادبی اصطلاح میں نظم سے مراد پوری شاعری ہوتی ہے جو 'نثر' کے مدمقابل بولی جاتی ہے۔ نظم میں سوائے غزل کے وہ تمام اصناف سخن شامل ہیں جن پر کلام موزوں ہونے کا اطلاق ہوتا ہے یا ہیئت کے اعتبار سے نثر نہیں ہیں۔

نظم شاعری کی وہ صنف ہے جن سے کسی خاص موضوع پر تسلسل کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا گیا ہو۔ نظم کے لئے ایک مرکزی خیال کا ہونا ضروری ہے جس کا ارتقا نظم آخیر تک تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے۔

غزل: غزل کے لغوی معنی عورتوں سے بات چیت کرنے اور ان کے حسن وعشق کا ذکر کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں اشعار کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جس میں عاشقانہ مضامین کا بیاں ہو لیکن اس کے علاوہ فلسفہ، تصوف، اخلاقیات، معرفت الٰہی وغیرہ بھی غزل کے دائرے میں داخل کر لئے گے ہیں۔

غزل کا ہر شعر و فرد ہوتا ہے اور مضمون کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔

(iii) **اردو زبان میں طویل نظم گوئی کی روایت:** اردو میں مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ بھی طویل نظمیں ہیں لیکن طویل نظم دراصل نظم کی ایک خاص قسم ہے جس کا چلن پہلی جنگ عظیم کے بعد عام ہوا۔ شاعری کے بعض نقادوں کا خیال ہے کہ طویل نظم ایک طرح کا تخلیقی مقابلہ ہوتا ہے۔ اپنی وسعت اور طوالت کی وجہ سے طویل نظم میں یہ گنجائش رہتی ہے کہ شعری تجربے کا اظہار تسلسل کے ساتھ اور مربوط طریقے سے کیا جائے۔ طویل نظم کی ہیئت متعین نہیں ہے۔ یہ نظم عام طور پر ابتدا سے اختتام تک ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف بحروں کو ایک ہی نظم میں استعمال کیا جائے۔ ظاہری اعتبار سے طویل نظم کی ایک مثال ''مسدّس حالی'' ہے اور اقبالؔ کی بعض نظمیں ''خضرِ راہ''، ''مسجد قرطبہ''، ذوق وشوق'' بھی طویل نظمیں ہیں۔ طویل نظم کی ہیئت میں بڑے اور انقلابی تجربوں کا سلسلہ علمی سردار جعفری سے شروع ہوا۔

(iv) **ہیئت کے اعتبار سے نظم کی قسمیں:**

ہیئت کے اعتبار سے نظم کی تین قسمیں ہیں:

1. **پابندی نظم:** اس نظم میں جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترکیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو، پابندی نظم کہلاتی ہے۔ مربع، مخمس، مسدس، ترکیب بند، ترجیع بند، گیت وغیرہ بھی پابند نظم کی مختلف شکلیں ہیں۔
2. **نظم معرّا:** ایسی نظم جس کے تمام مصرعے وزن کے لحاظ سے برابر ہوں مگر قافیہ نہ ہو، نظم معرّا یا غیر مقفّٰی کہا جاتا ہے۔
3. **آزاد نظم:** وہ نظم جس میں وزن، قافیہ اور شعر کے روایتی اصولوں کی پابندی نہ کی گئی ہو۔ اسے آزاد نظم کہتے ہیں۔ اس میں مصرعے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں لیکن ایک خاص قسم کے شعری وزن کو برقرار رکھا جاتا ہے۔

جواب 7: (i) پریم چند کے ناول ''بیوہ'' کے اہم کردار اور ان کی عکاسی 4

ناول بیوہ میں کئی اہم کردار ہیں۔ امرت رائے، دان ناتھ، پریما، پورنا، لالہ بدری پرشاد، کملا پرشاد، دیوکی

اور سمترا، پریم چند نے اپنے تمام کرداروں کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ امرت رائے پیشے سے وکیل ہیں ایماندار دھُن کے پکّے سچے اور اصول پرست انسان ہیں۔ ایک بار جو فیصلہ کر لیتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

دان ناتھ ایک پروفیسر میں صلع کل آدمی میں کتب بنی اور سیر و سیاحت کے شوقین ہیں۔ پورنا ایک وفا پرست ہندوستان کی عورت ہے۔ پریما ایک پڑھی لکھی، سگھڑ، اصولوں کی قدر کرنے والی روشن خیال لڑکی ہے۔ سمترا، فیاض کھلے ہاتھ والی روایتی بہو اور سمترا روائتی ساس ہے۔ کملا پرشاد لالچی شخص ہے۔

(ii) پطرس کی طنز و مزاح نگاری

''مرحوم کی یاد میں'' پطرس بخاری کا شاہکار ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے ایک دوست کی بائی سائیکل کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس پرانی سائیکل پر سوار ہو کر سفر کرنے کی روداد اپنے دلچسپ پیرائے میں بیان کی ہے کہ اسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ پطرس کے مزاح میں شائستگی اور خوش مذاقی کا انداز بہت نمایاں ہے۔ وہ خود کو مذاق کا موضوع بنا کر قاری کو ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں اور جملوں کے الٹ پھیر سے عبارت میں مزاح پیدا کر دیتے ہیں۔

جواب8: چار میں صرف دو 3 + 3 = 6

(i) آغا حشر کاشمیری کی ڈراما نگاری کی خصوصیات:

آغا حشر کاشمیری نے اردو ڈرامے کی بے تکی تک بندی اور گھٹیا زبان کو ایک معیاری زبان اور اچھی شاعری سے وزن اور وقار بخشا۔ پلاٹ کے اعتبار سے انہوں نے ڈرامے کو معاشرتی مسائل اور زندگی کے حقائق سے روشناس کرایا۔ آغا نے ایک طرف پلاٹ اور مرکزی خیال کو زندگی سے قریب کیا تو دوسری طرف مکالموں اور زبان و بیان میں بھی شگفتگی پیدا کی۔ زبان میں فصاحت اور بلاغت کے ساتھ سلاست، روانی، حکایت اور شعری انداز پیدا کیا۔ ان کے ڈراموں میں اصلاحی نقطہ نظر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

(ii) چیرویاکوف کے بار بار معافی مانگنے اور معذرت کرنے کے باوجود اس نے نہ تو پوری بات ہی سُنی اور نہ ہی اسے معاف کیا ہمارے نزدیک اس کا یہ رویّہ ناپسندیدہ ہے۔

(iii) جنم دن افسانے میں جب ملازم لڑکے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صبح سے بھوکا ہے تو وہ تڑپ اٹھتا ہے اور اپنے گھر جانے کے لئے جمع کئے ہوئے دو آنے اسے قرض دینے کی پیش کش کرتا ہے۔ اس واقعہ نے ہمیں بہت متاثر کیا، انسانی ہمدردی اور ایثار کا سبق ہے۔

(iv) نرمل ورما نے جزیرے کے کنارے اور پل کے ساتھ غروب آفتاب کے جو مناظر پیش کیے ہیں اور انھیں جس انداز میں پیش کیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ مصوری کر رہے ہیں۔ لفظوں سے رنگوں کا کام لے رہے ہیں۔ افسانے میں پیش کیے گئے مناظر نرمل ورما کی باریک بین نظر قوت مشاہدہ اور شاعرانہ اسلوب کے شاہد ہیں۔

جواب9: صرف دو سوالوں کے جواب 10 + 10 = 20

(i) دہلی کے دبستان شاعری کا لکھنو کے دبستان شاعری کی خصوصیات کا موازنہ

دبستان دہلی اور دبستان لکھنو کی شاعری میں کوئی بہت زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ بہت سی خصویات دونوں میں مشترک ہیں پھر بھی چند خصوصیات ایسی ہیں جن میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

ایسا دہلی کی شاعری میں امد زیادہ ہے۔ داخلیت کا عنصر نمایاں ہے غزلیں عموماً مختصر ہوتی ہیں۔ سادگی اور پرکاری ملتی ہے۔ شگفتہ ردیف اور قافیے ملتے ہیں۔ جذبتا کی حقیقی پیشکش ہوتی ہے اس لئے پر تاثیر ہوتے ہیں۔ سنجیدگی متانت اور جذبے کی شاعری محبوب کا حسن کا بیان فطری انداز میں ملتا ہے۔

دبستانِ لکھنؤ کی شاعری میں آورد زیادہ ہے، خارجیت بہت نمایاں ہے غزلیں طویل ہوتی ہیں، تصنع اور بناوٹ، نئی اور بے معنی ردیف اور قافیوں کا بے جا استعمال۔ مضمون بندی، خیال آرائی، معاملہ بندی، کا عام رنگ ہے۔ صنائع بدائع کا کثرت سے استعمال ابتذال اور عریانی اور محبوب کے اظہار اوصاف کا بیان خصوصیت سے ملتا ہے۔

(ii) مرثیہ گوئی میں انیس کی شاعرانہ عظمت:

میر انیسؔ نے صنف مرثیہ کے ذریعے اردو میں نہ صرف رزمیہ کو پورا کیا ہے بلکہ مرثیہ نگاری سے اردو کا اعتراف بڑے بڑے ناقدین نے کیا ہے۔ ''بیان کرنے کے نئے نئے اسلوب شاعری میں کثرت سے پیدا

کر دیے ہیں ایک ایک واقعہ کو سو سو طرح بیان کیا۔ وہ صفائی، کلام لطف زبان کی چاشنی محاورہ، خوبی بندش اور حسن اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے وہ الفاظ کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ جو لفظ جہاں بیٹھا دیا نگینہ بن گیا۔

صقافت و بلاغت، جذبات نگاری، کردار نگاری میں انیسؔ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ صنائع بدائع کا سلیقے سے استعمال بھی میر انیسؔ کی شاعری کا طرہ امتیاز ہے۔

(iii) فورٹ ولیم کالج کے مشہور مصنفین میں میر امن (باغ و بہار گنج خوبی) سید حیدر بخش حیدری (قصہ مہر و ماہ، ہفت پیکر، تاریخ نادری، گلزار دانش، گلدستہ حیدری، طوطا کہانی، آرائش محفل، گل مغفرت۔

شیر علی افسوس (باغ اردو گلستان لعدی کا اردو ترجمہ، آرائش محفل)، مرزا علی لطف (تذکرہ گلشنِ بندی)، میر بہادر علی حسینی (نثر بے نظیر، اخلاق ہندی، تاریخ ااسام، رسالہ گل کرائسٹ) مظہر علی خاں ولا (مادھونل ارکام، کندلا ہفت گلشن، بے تال پچیسی)، مرزا کاظم علی جواں، امانت للہ شید خلیل علی خاں اشک (داستان امرِ حمزہ)، نہال چند لاہوری، بنی نرائن جہاں اور للّو لال جی۔

(iv) میرؔ اور غالب

دونوں اپنے اپنے دور کی شاعری کے چمکتے دمکتے سورج ہیں۔ اپنی اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک کو ملکرے پر فوقیت حاصل ہے۔ لیکن پھر بھی میرے نزدیک میر تقی میر آ اپنی شاعرانہ عظمت کا اعزاز اپنے ہم عصروں سے اور بعد کے بڑے بڑے شعراء سے کرا چکے ہیں اور آج بھی انکی شاعرانہ عظمت مسلم ہے۔ وہ شہنشائے غزل ہیں۔ بقول خود

سارے عالم پہ ہوں چھایا ہوا   مستند ہے مِرا فرمایا ہوا

میرؔ کی شاعری کی اپنی بعض خصوصیت کی وجہ سے اردو زبان میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ الفاظ کا صحیح استعمال اور لگائی خاص ترتیب و ترکید زبان میں موسیقیت پیدا کر دیتی ہے۔ سادگی اور پیریانہ زبان کی وجہ سے شعر کا رتبہ بلند ہو جاتا ہے۔ ان کے کلام میں سب خوبیاں موجود ہیں جو دوسرے شعرا کے کلام میں نہیں ملتیں۔

جواب10: صرف تین سوالوں کے جواب: 5 + 5 + 5 = 15

(i) **مولانا حالی کی ادبی خدمات:** کرنل ہالرائڈ کی سرپرستی میں انجمن پنجاب کے شاعروں کی بنیاد ڈالی تو حالی نے اس میں نمایاں طور حصہ لیا۔ نظم ونثر کی اصلاح میں نمایاں مقام۔ نئے اندام کی سوانح عمریوں کا سلسلۂ حیات سعدی، یادگارِ غالب، حیات جاوید، ان کی مشہور سوانح عمریاں ہیں۔ 1893 میں انہوں نے اپنا عوان مرتب کیا تو اس کے شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا جو ''مقدمہ شعروشاعری'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ اردو کی پہلی باقاعدہ کتاب ہے جس میں تنقیدی پہلو نظر آتے ہیں۔ وہ غزلوں کے بہت اچھے شاعر تھے۔ ان کی مختلف موضوع شیر نظمیں بے حد مقبول ہیں، خصوصاً مسدس حائی اور بیوہ کی مناجات وغیرہ۔

(ii) **آرزو لکھنوی کی غزل گوئی کی خصوصیات:** آرزو بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے۔ غزل گوئی میں انھیں شہرت ملی۔

ان کی عزلوں میں ایک دردانگیزی، یاس اور رنج والم کی کیفیت پائی جاتی ہے اور یہ کیفیت بھی لطف و کیف سے خالی نہیں۔ ہوس برجستگی اور اندازِ بیان میں کہیں کہیں میرؔ کی جھلک اور ان کا رنگ نظر آتا ہے۔

شگفتہ اور مزنم بحروں کا انتخاب نرم، شیریں الفاظ، نئی نئی تراکیب اور سوز وگداز ان کے اشعار میں تاثیر اور تاثر دونوں پیدا کر دیتے ہیں۔ عربی، فارسی کے الفاظ کی بھرمار کے بجائے ہندی کے ہلک اور شیریں الفاظ کے استعمال کی وجہ سے ان کے کلام کی دلکشی میں کاملہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

(iii) **ناصر کاظمی:** جدید غزل کے نمائندہ شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ میرتقی میر کی غزل سے وہ براہ راست بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے یہ اثر فراق گورکھپوری کے واسطے سے بھی قبول کیا۔ ان کی غزل اپنے دھیمے لہجے، دبے دبے درد اور جدید طرز احساس کی وجہ سے ممتاز ہے۔ انہوں نے اردو غزل کی داخلیت اور دردوں بنی کو بیسویں صدی کے یاس انگیز ماحول کے ساتھ پیش کیا۔

(iv) **نظم طبا طبائی کی شاعرانہ عظمت کے دو پہلو:** نظم طبا طبائی پہلے شخص ہیں جنھوں نے 1901 میں دیوان غالبؔ کی مکمل شرح شائع کی۔ اس شرح کا معیار او علمی سطح کافی بلند ہے اس میں خاص علمی انداز میں غالبؔ کے اشعار کا تنقیدی محاکمہ پیش کیا گیا ہے۔ اور محسان شعر کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ کئی جگہ خامیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

ان کی شہرت کا دوسرا پہلو ان کا منظوم ترجمہ ''گورِ غریباں'' ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ترجمے

میں اصل نظم کا سوز اور دردانگیزی کیفیت برقرار ہے۔اس ترجمے میں نظم کی ہیئت کا ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ ہر نظم کا ہر بند انگریزی اسٹینزا کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور قافیہ بندی کا نیا طرز اختیار کیا ہے۔

جواب11: مختصر جواب لکھیے۔ 1 + 1 + 1 + 1 + 1 = 5

(i) مولانا الطاف حسین حالؔی

(ii) نظم معریّٰ

(iii) علامہ اقباؔل

(iv) تھامس گرے کی انگریزی نظم (Elegy Written in Country Church Yard)

(v) شاعرانہ تعلّی

• • •